چاند خوشبو اور گلاب
سمیرا غزل صدیقی

مسرتوں کے دیے فروزاں ہوں مثالِ عید
تم میرے آنگن میں اترو کبھی مثلِ عید
سمجھوں تمہاری دید کو یوں میں گمانِ عید
تصور کو جگمگائے یہی خیالِ عید

بادل برسیں......
بادل اتنے زور سے برسیں
میرے شہر کی بنجر دھرتی
گم صم خاک اڑاتے رستے
سوکھے چہرے
پیلی آنکھیں
بوسیدہ مٹیالے پیکر ایسے بھیگیں
اپنے کو پہچان نہ پائیں
بجلی چمکے......
بجلی اتنے زور سے چمکے
میرے شہر کی سونی گلیاں
مدت کے تاریک جھروکے
پُراسرار کھنڈر ویرانے
ماضی کی مدھم تصویریں ایسے چمکیں

سینے کا ہر بھید اگل دیں
دل بھی دھڑکے......
دل بھی اتنے زور سے دھڑکے
سوچوں کی مضبوط طنابیں
خواہش کی ان دیکھی گرہیں
رشتوں کی بوجھل گرہیں
ایک چھناکے سے کھل جائیں
سارے رشتے
سارے بندھن
چاہوں بھی تو یاد نہ آئیں
آنکھیں اپنی دید کو ترسیں
بادل اتنے زور سے برسیں

رمضان کے اوائل عشرے میں اس کے سونے من کی طرح باہر بادل بھی اتنے زور سے برسے تھے اردگرد ایسی جل تھل مچی تھی کہ اس کے آنسوؤں کی طرح ہر عکس دھندلا ہوگیا تھا۔ گیلری کی کھڑکی سے ٹیک لگائے وہ نجانے کب سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی آسمان پر نظریں جمائے اپنے سودوزیاں کے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ آنکھیں ہمیشہ کی طرح خشک اور بنجر تھیں' اک انتظار لاحاصل کی جستجو لیے شکوہ کناں رب دوجہاں کی بارگاہ میں دست دراز تھیں معاً تیز ہوا کی سرسراہٹ سے کھڑکی کا پٹ بند ہوا تو ہی وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آئی تھی' ایک تلخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس نے بڑی بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے اور پھر وضو کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی جو بھی تھا جیسا تھا ایک آس تھی' موہوم سی جو بار بار اسے اللہ کے حضور سر جھکانے پر مجبور کردیتی تھی اور اس کے سوا اسے سکون بھی بھلا کہاں میسر تھا۔

❁......❁......❁

''تمہیں پتا ہے تم روتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگتی خاص طور پر تمہاری یہ ناک جو پھول کے اور موٹی اور رونے سے مزید سرخ ہوجاتی ہے۔'' اس کی جانب اشارہ کرکے وہ اسے مزید جلانے پر آمادہ تھا۔

''تم...... میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں عرفان بخاری! آنے دو آج تایا جان کو تمہیں تو وہی پوچھیں گے۔'' غصے سے دانت پیستے ہوئے فاطمہ بخاری نے صوفے پر دھرا کشن اٹھا کر بڑی بے دردی سے اس کے سر پر مارا تو اسے اتنی جلدی اس اٹیک کی امید نہ تھی۔ کشن بھی کافی زور سے لگا تھا۔

''فاطمہ کی بچی' کیا مصیبت ہے اتنی زور سے مارتے ہیں کیا' اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔'' آنکھوں میں شرارت لیے وہ کشن اٹھا کے فاطمہ کی جانب بڑھا تھا۔ فاطمہ بجلی کی تیزی سے لاؤنج سے ملحقہ ڈرائنگ روم کی جانب بھاگی تھی' اب یہ اس کی خراب قسمت تھی کہ اس کا ٹکراؤ سامنے سے آتی عفت تائی سے ہوگیا تھا۔

''تم دیکھ کے کب چلنا سیکھوگی آخر فاطمہ! کب بڑی ہوگی تم' گریجویشن میں آگئی ہو مگر تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ گھر میں کس طرح رہا جاتا ہے' کب تمہارا یہ بچپنا جائے گا' آنے دو تمہارے تایا کو' آج میں ان سے فائنل بات کرتی ہوں۔'' اسے غصے سے دھمکاتی وہ آگے بڑھ گئی تھیں' یہ دیکھے بغیر کہ اس کے ہنستے مسکراتے چہرے پر کس طرح اداسی پھیل گئی ہے' رخساروں پر آنسو کے گرتے قطروں کو اس نے جلدی سے صاف کیا کہ مبادا کوئی دیکھ نہ لے مگر ان دو آنکھوں نے بڑی دور تک اس کا تعاقب کیا تھا اس کے وہ آنسو اسے اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

❁......❁......❁

دو روز سے جاری بارش نے نظام زندگی درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا' کبھی تیز کبھی ہلکی بارش اس کے بنجر دل کی دھرتی پر اور بھی قیامت برپا کر رہی تھی۔ ایک وقت تھا کہ کب یہی موسم اس کی کمزوری ہوا کرتا تھا' عفت تائی لاکھ منع کرتیں مگر وہ حیلے بہانے کر کے تایا اور عرفان کی حمایت لیے گھنٹوں بارش میں بھیگتی رہتی' گندمی رنگت سیاہ آبشار جیسے بال......

وہ غیر معمولی حسن کی تو نہ سہی غیر معمولی کشش کی ضرور مالک تھی۔ اس کی سانولی رنگت پر عرفان اکثر اسے چڑاتا اور وہ بھی ہمیشہ کی طرح چڑ کے روٹھ جاتی' دونوں کی یہی نوک جھونک تو تھی جو بخاری پیلس کی رونق تھی۔

فاطمہ آٹھ سال کی تھی جب ایک کار ایکسیڈنٹ میں اس کے ماں باپ اسے داغ مفارقت دے گئے تھے۔ بخاری پیلس کے مکینوں پر تو گویا قیامت سی ٹوٹ پڑی تھی۔ ارشد بخاری اور منہاج بخاری دو ہی بھائی تھے' دونوں کی شادی ان کے باپ نے اپنی زندگی میں ہی کرادی تھی' اس کے باوجود بھی سکون کی نیند کی خاطر اپنی اہلیہ کی طرح اپنی بچوں کو اللہ کی حفظ و امان میں دے کے اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے۔ ابھی ان کی ہی جدائی کا صدمہ ختم نہیں ہوا تھا کہ منہاج اور ان کی اہلیہ کی وفات اس گھر پر قیامت برپا کر گئی خاص کر فاطمہ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا' ارشد بخاری نے شروع سے ہی عفت بخاری اور عرفان بخاری کو یہ بات باور کرادی تھی کہ وہ فاطمہ کی پرورش میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گے۔

دس سالہ عرفان فاطمہ کا یوں خیال رکھتا کہ وہ کوئی کانچ کی گڑیا ہو' ان کی نوک جھونک سے ہی بخاری پیلس میں زندگی کا پتا چلتا تھا' وگرنہ عفت تائی کو تو اپنی بھابی اور بھائی کی خاطر مدارتوں سے فرصت نہ تھی' ان کی تنک و تلخ مزاج فاطمہ کے لیے ہی ہوتی تھی۔ ارشد صاحب کے سامنے تو وہ اکثر اس کی بلاوجہ کی غلطیاں شمار کروا کے اسے ڈانٹ پڑوانے کی کوشش کرتیں مگر ارشد صاحب ہر بار فاطمہ کو پیار سے سمجھا کے چھوڑ دیتے' یہی بات عفت تائی کے لیے خاص پریشانی کا باعث تھی' دراصل وہ اس گھر پر صرف اپنا حق سمجھتی تھیں۔ اپنے میاں کی محبت میں انہیں فاطمہ کی حصہ داری بالکل گوارہ نہ تھی' ان کی تو پوری کوشش یہی تھی کہ فاطمہ کو اس کے ننھیال بھیج دیں مگر یہاں بھی ان کی بساط الٹی پڑ گئی تھی لہٰذا جب سے ہی انہوں نے فاطمہ سے بیر پال لیا تھا۔ یونہی وقت گزرتے گزرتے جب بچے جوانی کی دہلیز پر پہنچے تو انہیں فاطمہ اور بھی زیادہ کھٹکنے لگی تھی خاص کر اس کی بچکانہ حرکتیں اور اس کی عرفان سے بے تکلفی حد درجہ حساس فاطمہ کے لیے ابھی تک اپنا قصور سمجھنا مشکل تھا' یہی ایک بات اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

''کیا بات ہے بیٹا! سونا نہیں ہے کیا' میں کب سے دیکھ رہا ہوں آپ یونہی کھڑی سوچوں میں گم ہو۔'' ارشد صاحب نے اس کے پاس آ کر پوچھا تو ان کی آواز پر فاطمہ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا اور وہ چونک کے حال میں لوٹ آئی تھی۔

''کچھ نہیں بڑے پاپا! بس یونہی تائی سو گئی کیا؟'' کھڑکی بند کر کے وہ ان کی طرف مڑی تھی۔

''کہاں بیٹا اس کی تو چپ ہی نہیں ٹوٹتی ہے' ایک فالج زدہ انسان کے لیے بھلا زندگی کا کیا مقصد بس یونہی سارا دن در و دیوار تکتی رہتی ہے۔'' ان کے لہجے میں حد درجہ مایوسی و دکھ شامل تھا۔

''حوصلہ رکھیں تایا سب ٹھیک ہو جائے گا' آپ بھی سو جائیں جا کر پھر سحری میں بھی اٹھنا ہوگا' میں بھی سونے لگی ہوں۔ اس وقت تائی کو آپ کی

ضرورت ہے آپ وہاں جائیں۔'' اس نے ایک بار پھر اپنے عزیز از جان تایا کو حوصلہ دینا چاہا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کے وہ چلے گئے تو اس نے شدید کرب سے ان کی پشت کو دیکھا پھر لائٹ بند کر کے لیٹ گئی۔

ہر رات کی طرح آج بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی دل کے اندر سے کہیں ایک نام گونجا تھا۔ ''عرفان بخاری'' پھر آنسوؤں کا ایک سیل رواں جاری ہوگیا تھا اس نے گھبرا کے کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

❁......❁......❁
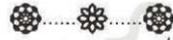
''میرے اسلم کا تو اتنا جہیز آئے گا عفت تم دیکھنا سب کے منہ کھل جائیں گے ماشاء اللہ ایسی اونچی جگہ رشتہ کیا ہے میں نے اپنے بیٹے کا۔'' ان کی بھابی نگہت نے چائے اور سموسوں کے ساتھ انصاف کرتی اپنی اکلوتی نند کو دیکھا آج عفت اپنے بھتیجے کا رشتہ پکا ہونے کی خبر سن کے فوراً یہاں چلی آئی تھیں۔ دراصل انہیں اپنی لاڈلی بھابی سے شکوہ بھی تھا کہ یوں چھپ چھپا کے رشتہ کر دیا اور انہیں خبر بھی نہ دی۔

''یہ تو اچھی بات ہے بھابی اور ویسے بھی لڑکی کا مان تو اس کے گھر سے آئے جہیز کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' صدا کی روایت و قدامت پسند عفت تائی نے اپنا جاہلانہ نظریہ پیش کیا۔

''بالکل...... اور اب تو میں تمہاری طرف سے خوشخبری سننے کا انتظار کر رہی ہوں کب عرفان کی شادی کرو گی تم اب تو وہ بھی ماشاء اللہ سے بڑا ہوگیا ہے۔'' انہوں نے چپس کی پلیٹ ان کی طرف کرتے بڑھائی تھی۔

''ارے کہاں بھابی! کوئی لڑکی ڈھنگ کی ملے گی تو شادی کروں گی نا آپ کو تو آپ کی من پسند بہو مل گئی نا۔'' ان کے لہجے میں بھی فکر در آئی تھی۔

''ویسے تم لڑکی ڈھونڈنے سے پہلے ایک دفعہ بھائی صاحب سے ضرور مشورہ کر لینا کہیں ان کا ارادہ تمہارے دیور کی بیٹی فاطمہ سے عرفان کی شادی کرنے کا تو نہیں۔'' نگہت بھابی نے اپنا تجزیہ پیش کرنا ضروری سمجھا تھا۔

''اللہ نہ کرے بھابی! کیوں میرا دل جلا رہی ہیں میرے ہیرے جیسے بیٹے کے لیے کیا وہ فاطمہ ہی رہ گئی ہے۔ کم سے کم میں تو ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی میرا عرفان مجھ سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کرتا اور فاطمہ کا بھی اچھا یاد دلایا آپ نے جب تک وہ اس گھر میں رہے گی میری زندگی اجیرن ہی رہے گی۔ مجھے جلد سے جلد اس کی شادی کرنی ہوگی اب اس کے بعد ہی عرفان کی شادی کا سوچوں گی۔'' ان کے لہجے میں فاطمہ کا ذکر کرتے ہوئے ازلی نفرت عود آئی تھی انہوں نے غصے سے چپس کی پلیٹ پرے کھسکائی تھی۔

''اچھا اب یوں کھانے پر غصہ نہ کرو آج ہی اس لیے رشتہ ڈھونڈو اور جلد از جلد اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤ اور میری مانو تو بھائی صاحب کو اس معاملے سے ذرا دور ہی رکھنا ورنہ وہ اپنی لاڈلی بھتیجی کا رشتہ اتنی جلدی نہیں کریں گے۔ تمہیں کوئی ٹھوس اور پکی وجوہات پیش کرنی ہوں گی۔'' نگہت بھابی نے ہمیشہ کی طرح اپنا مشورہ دینا ضروری سمجھا تھا۔

''بس آپ کی مدد اور دعائیں چاہئیں بھابی! اچھا اب میں چلوں گی بہت دیر ہوگئی ہے۔'' اپنا بیگ اور موبائل اٹھا کے وہ ان سے گلے مل کے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

❁......❁......❁

اپنے بنائے گئے لائحہ عمل پر انہوں نے اتنی جلدی

عمل کرنا شروع کیا تھا کہ ارشد صاحب سے مشورہ کرنا بھی ضروری نہ سمجھا اور اپنی ایک دوست کے توسط سے فاطمہ کو دیکھنے کے لیے لڑکے والوں کو گھر پر بھی مدعو کرلیا۔ فاطمہ بے چاری اس ساری صورتحال پر ششدر رہ گئی تھی بھلا اس نے اتنی جلدی ایسا کب سوچا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ اپنی تائی کے آگے اس کی ایک نہ چلتی تھی سو جھٹ ڈرتی ڈراتی ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ شام میں ہلکی پھلکی سی تیار ہوگئی تھی کہ اچانک عرفان کی آمد ہوگئی تھی۔

''ہیلو ینگ بیوٹی فل لیڈی! اکیلے اکیلے کہاں جانے کی تیاری ہے؟'' حسب عادت اس نے اسے چھیڑا تھا مگر اب کی بار وہ نہ چڑی تھی نہ مسکرائی تھی بلکہ وہ تو اپنی پریشانی میں کھوئی ہوئی تھی اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی عفت تائی عرفان کی آواز کا تعاقب کرتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تھیں۔

''کہیں نہیں جارہی' کچھ مہمان آرہے ہیں فاطمہ کو دیکھنے' رشتے کے سلسلے میں جاؤ تم بھی جاکے فریش ہوجاؤ۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔'' فاطمہ کی جگہ عفت تائی نے جواب دیا تھا' عرفان کو اپنی سماعتوں پر شبہ سا ہوا تھا۔ اس نے تو ساری دنیا بلکہ خود فاطمہ سے بھی اپنی محبت کو چھپا کے رکھا تھا پھر کیسے اس کی محبت کو نظر لگ گئی تھی۔ اس نے تو آج تک اپنا اقرار اپنے جذبوں کی آنچ تک فاطمہ تک نہیں پہنچنے دی تھی کہ کہیں اس کے پاکیزہ دامن میں کوئی داغ نہ لگ جائے' ایسی صورتحال سے بھی اسے سامنا کرنا پڑے گا اس نے تو کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں مام! پاپا سے پوچھا آپ نے ابھی تو فاطمہ کا گریجویشن بھی نہیں ہوا ہے۔'' اس کے لہجے سے پریشانی و حیرانی صاف عیاں تھی' اس کی آنکھوں سے عفت کو ڈر لگنے لگا تھا۔ وہ ماں تھیں بیٹے کے جذبات اس کے چہرے پر لکھے انہیں صاف نظر آرہے تھے اسی پل سے وہ آج تک ڈرتی آئی تھیں۔

''اتنا حیران مت ہو یہ تو ایک نہ ایک دن ہونا ہی ہے۔ فاطمہ ساری زندگی یہاں نہیں رہے گی' جاؤ جاکے تیار ہوجاؤ۔'' زمانے بھر کی تلخی ان کے لہجے میں سمٹ آئی تھی' عرفان بنا کچھ کہے غصے میں وہاں سے واک آؤٹ کرگیا تھا پیچھے فاطمہ ان کے غصے کی منتظر کھڑی رہ گئی تھی۔ عرفان کے جذبوں سے بے خبر وہ تو صرف اس گھر سے جدائی کے ڈر سے خوف زدہ تھی۔

❀ ❀ ❀

فاطمہ کے رشتے کے سلسلے میں جو لوگ اسے دیکھنے آئے تھے وہ اسے پسند کرگئے تھے' اب ارشد صاحب کو منانے کا معرکہ عفت بیگم کو ہی حل کرنا تھا اور انہیں یقین تھا کہ وہ ایسا جلد کرلیں گے اپنی خوشی بانٹنے کی ہی غرض سے آج پھر نگہت بھابی کے روبرو تھیں۔

''تم پریشان ہونا چھوڑ دو' جب اتنا سب ہوگیا ہے تو شادی بھی ہوجائے گی' میں تو کہتی ہوں' لگے ہاتھوں عرفان کا بھی رشتہ کردو۔'' صدا کی مطلب پرست نگہت بھابی کا موضوع سخن آج بھی عرفان کی شادی ہی تھا' نجانے کیوں انہیں ہمہ وقت عرفان کی ہی فکر رہتی تھی۔

''بھابی آپ کو آخر عرفان کے لیے اتنی جلدی کیوں ہورہی ہے' ویسے بھی اچھی لڑکیاں آج کل ملتی کہاں ہیں۔'' عفت نے وہی پرانا جواز دہرایا جسے سن سن کر اب نگہت بھابی کے کان پکنے لگے تھے۔

''لو یہ نئی بات کردی تم نے' کیوں نہیں اچھی لڑکیاں' مجھے نہیں ملی کیا میری بہو اور اب میری لائبہ کو ہی دیکھ لو ماشاءاللہ سے پڑھائی کے ساتھ ساتھ سارا گھر بھی سنبھالا ہوا ہے۔ میرا تو ارادہ دونوں بچوں کی

ساتھ شادی کرنے کا ہے بھئی۔'' نگہت بھابی نے نہایت چالاکی سے ان کا دھیان اپنی اکلوتی بیٹی کی جانب مبذول کروانا چاہا تھا۔

اب یہ ان کی پلاننگ تھی یا اچھی قسمت اسی وقت لائبہ ٹرے میں چائے لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی، لمبا قد، دراز بال، گورا رنگ اور بڑی بڑی آنکھیں وہ بلاشبہ حسن کی مالک تھی کہاں فاطمہ گندمی رنگت کی ملک اور کہاں لائبہ عفت بیگم کی آنکھوں کے پردوں پر چھم سے عرفان کی شبیہہ لہرائی تھی۔ لائبہ اور عرفان کی جوڑی بلاشبہ بہت شاندار لگے گی، ایک لمحہ لگا تھا انہیں فیصلہ کرنے میں بھلا اپنے عزیز از جان بھائی کی اولاد سے بڑھ کر بھی ان کے لیے کوئی اپنا ہوسکتا تھا کیا۔ چائے لیتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر لائبہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

''کہاں کھوگئی ہو عفت! کیا پہلے کبھی اپنی لائبہ کو نہیں دیکھا تم نے، ماشاء اللہ اتنی بڑی ہوگئی ہے، جب ہی تو مجھے اس کی فکر ستا رہی ہے۔'' نگہت بھابی نے بڑی دلچسپی سے ان کے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھا تھا۔

''ارے بھابی میری بھتیجی کی فکر کرنا اب آپ چھوڑ دیں ویسے بھی یہ تو میری بیٹی ہے۔'' عفت نے بڑی محبت سے اپنی بھابی کا ہاتھ تھاما تھا۔

''وہ تو ہے ہی شروع سے تمہاری لاڈلی بس ماں ہوں نہ میں ایسے پریشان ہوجاتی ہوں، آج کل تمہارے بھائی کا کام بھی صحیح نہیں چل رہا، انہوں نے دس لاکھ کا قرضہ لیا تھا وہ بھی ادا نہیں کرپائے، بس کیا بتاؤں قرض دار نے جینا حرام کیا ہوا ہے۔'' ان کے لہجے میں پریشانی درآئی تھی، عفت بیگم بھی فوراً الرٹ ہوئی تھی بھائی سے بڑھ کر بھلا ان کے لیے کیا تھا۔

''آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا بھابی! کیا آپ مجھے اپنا نہیں سمجھتیں؟ کیا پہلے کبھی میں نے آپ کی مدد نہیں کی جو اب انکار کرتی۔'' انہوں نے فوراً شکوہ کیا تھا۔

''وہ بات نہیں عفت! تم غلط سمجھ رہی ہو، کب تک تم میری مدد کرو گی، ارشد بھائی کو پتا چلے گا تو انہیں دکھ ہوگا۔ وہ بُرا مان جائیں گے، دس لاکھ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہوتی۔'' نگہت بھابی نے رسان سے کہا۔

''بُرا مانتے ہیں تو ماننے دیں، اگر ہماری دولت ہمارے اپنوں کے کام نہیں آئے گی تو ایسی دولت کا کیا فائدہ اور انہیں پتا نہیں چلے گا میرے پاس کچھ رقم ہے کچھ اور ملا کے میں آپ کو کل ہی دے دوں گی، آپ پریشان مت ہوں اور ہاں لائبہ بھی اب میری ذمہ داری ہے۔'' ہمیشہ کی طرح انہوں نے آج بھی بنا سوچے سمجھے بھابی کی مدد کی حامی بھرلی تھی وہ ایسی ہی تھیں بھائی بھابی کی محبت میں اندھی۔

''شکریہ عفت! میں تو ہمیشہ کی طرح تمہاری قرض دار ہوگئی ہوں، بھلا کیسے تمہارے احسانوں کا قرض ادا کرپاؤں گی۔'' نگہت بھابی فوراً جذباتی ہوکر ان کے گلے لگی تھیں۔

''ارے نہیں بھابی! احسان کیسا، اپنے بھائی کی مدد کرنا میرا فرض ہے، اچھا اب میں چلتی ہوں کل ملاقات ہوگی۔'' ان کے گال تھپتھپا کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں تاکہ جلد از جلد گھر پہنچ کر رقم کا انتظام کرسکیں۔

❁……❁……❁

بھابی کو پیسے وغیرہ دے کر لوٹتے وقت انہوں نے ارشد صاحب سے آج فاطمہ کے رشتہ کے سلسلے میں دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا مگر یہ ان کی خراب قسمت ٹھہری تھی کہ ان سے پہلے ہی ارشد صاحب ان کے کمرے میں آتے ہی ان پر برس پڑے تھے۔

''یہ سب کیا ہے عفت بیگم! آخر تمہیں فاطمہ کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق کس نے دیا' یہ سب بھی مجھے ابھی عرفان نے بتایا تو پتا چلا ورنہ تو تم بتاتی ہی نہیں۔''

''یہ سب غلط ہے میں تو خود آپ کو بتانے والی تھی اور وہ لوگ خود ہی دیکھنے آئے تھے ہماری فاطمہ کو۔ گھر آئی نعمت کو ٹھکرانا تو کفرانِ نعمت ہے نہ میں بھابی کے ہاں چلی گئی تھی ورنہ آپ کو صبح ہی بتا دیتی۔'' ارشد صاحب سے بحث کرنے میں ان کا اپنا ہی نقصان تھا سو دھیمے لہجے میں جواز پیش کرکے وہ ان کا غصہ قدرے کم کرنے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔

''چلو مان لیا کہ وہ لوگ خود آئے تھے مگر تم پلیز انہیں منع کردینا فاطمہ کا' میرا ارادہ عرفان کے لیے ہے' میں اپنی بچی کو اپنی نظروں سے دور نہیں بھیج سکتا۔'' بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے انہوں نے کافی کا مگ منہ سے لگایا۔

''آپ کو نہیں لگتا کہ آپ یہ سب خود ہی ڈیسائیڈ کررہے ہیں' بچوں کی مرضی کے بارے میں آپ نے سوچا ہے کبھی۔ ہمارا بھی ایک ہی بیٹا ہے اور شادی کوئی زبردستی کا بندھن نہیں ہے' وہ دونوں تو ہمہ وقت ایک دوسرے سے الجھتے رہتے ہیں اور پھر عرفان کے لیے میں نے ہمیشہ سے ہی لائبہ کے لیے سوچا ہے اور عرفان کا ارادہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ میں ماں ہوں سمجھتی ہوں اب آپ سے تھوڑی کہے گا وہ۔'' وہ باتیں بنانے کی فن سے آشنا تھیں جب ہی تو ارشد صاحب کو ان کی خفیہ سرگرمیوں کا آج تک علم نہیں ہوسکا تھا۔ ان پر اعتماد کرکے وہ ہمیشہ ہی انہیں ڈھیل دیتے تھے اور یہ ان کی ڈھیل کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ فقط اپنے مفاد کے لیے اپنے بیٹے کی زندگی داؤ پر لگارہی تھیں۔

''کیا تمہیں پکا یقین ہے کہ عرفان ایسا سوچتا ہے۔'' وہ ابھی بھی کچھ کچھ الجھے ہوئے تھے' بیٹے کی خوشی ان کے لیے بھی نہایت عزیز تھی مگر وہ زبردستی کے قائل نہ تھے ورنہ عرفان سے بات کرنا ان کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔

''آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں' بس آپ سرمد صاحب کو بھی بلالیں یا ہم لوگ چل کے لڑکا دیکھ آتے ہیں۔ اچھا ہے عرفان اور فاطمہ دونوں کا فرض خوش اسلوبی سے ادا ہوجائے۔'' عفت بیگم نے بڑی ہی محبت سے ان کا ہاتھ تھام کے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی مگر ایک بار بچوں سے ضرور رائے لیں' خاص کر فاطمہ سے میں نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو۔''

''بے فکر رہیں اب یہ میری ذمہ داری ہے۔'' انہوں نے بھی مسکرا کے سر ہلایا اور اپنی جیت کی خوشی میں ان کا دل سرشار تھا اس بات سے بے خبر کے قسمت کچھ اور ہی طے کیے بیٹھی ہے۔

❀......❀......❀
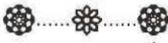
وہ نہایت انہماک سے اپنے پسندیدہ مارننگ شو کا ریپیٹ ٹیلی کاسٹ دیکھنے میں مگن تھیں جب ہی عرفان کسی آندھی وطوفان کی طرح تن فن کرتا ان کے سر پر آن پہنچا تھا۔

''مام پلیز آپ ایسا ہرگز نہیں کرسکتیں' فاطمہ نے مجھے مبارک باد دی تو مجھے پتا چلا کہ آپ کیا کچھ پلان کیے بیٹھی ہیں۔ آپ نے ایک بار مجھ سے پوچھنا' مجھے بتانا گوارہ نہیں کیا اور میرا رشتہ لائبہ سے طے کردیا۔ کمال ہے ہر کوئی یہ بات جانتا ہے سوائے میرے امیزنگ۔'' اس کے لہجے میں بغاوت بول رہی تھی۔

''یہ تم کس لہجے میں بات کررہے ہو مجھ سے عرفان! میں ماں ہوں تمہاری' تمہارے مستقبل کے

بارے میں مجھ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ نہ صرف تمہارا بلکہ فاطمہ کا بھی رشتہ میں نے طے کردیا ہے اورتم دونوں کی شادی ساتھ ہی ہوگی۔'' ٹی وی بند کرکے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں اس وقت وہ سفاک ماں کی مانند اپنے فیصلے اپنے بچوں پر مسلط کرنے کے درپے تھیں مگر عرفان بھی ان کی ہی اولاد تھا حد درجہ ضدی۔

''آپ ایسا نہیں کرسکتیں میں خود ڈیڈ سے بات کرلوں گا' میں شادی کروں گا تو صرف فاطمہ سے اس کے علاوہ کسی سے نہیں۔'' عرفان بخاری نے اپنی محبت کا اعتراف کرکے ان کے سر پر کوئی بم پھوڑا دیا تھا' انہیں اندازہ بھی نہ تھا کہ ان کا بیٹا یوں بغاوت پر اتر آئے گا۔

''ٹھیک ہے پھر تم مجھے یا فاطمہ کسی ایک کو چن لو میں بھائی بھابی سے بات کرچکی ہوں' تم مجھے شرمندہ کرواؤ گے سب کے سامنے؟'' دوپٹہ منہ پر رکھ کے انہوں نے رونے کی ناکام کوشش کی تھی۔

''سو واٹ مام...... آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا نہ اب آپ خود بھگتیں پلیز مگر یہ سچ ہے کہ میں شادی کروں گا تو صرف فاطمہ سے۔'' اس کا لہجہ اٹل تھا' عفت بل کھا کے رہ گئی تھیں معاً ان کی نظر دروازے کے پاس کھڑی ڈری سہمی فاطمہ پر پڑی جو بلاشبہ سب کچھ سن چکی تھی' اسے دیکھ کے عفت تائی تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھیں۔

''یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے' اب یہاں کھڑی ہوکر کیا تماشہ دیکھ رہی ہو' یہی نہ کہ تمہاری محبت میں اندھا ہوکر میرا بیٹا کس طرح میری مخالفت کررہا ہے۔'' اسے تھپڑ رسید کرکے انہوں نے حقارت سے اسے دیکھا تو فاطمہ بے چاری ششدر کھڑی کی کھڑی رہ گئی' اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عرفان بخاری یوں اس کے لیے لڑ رہا ہے۔ عفت تائی کے سرد و تلخ رویے نے اسے اس بات کی کبھی اجازت نہ دی تھی کہ وہ عرفان کو کسی اور نظر سے دیکھے یہاں تک کے جب پہلی بار عرفان کی محبت نے اس کے دل کی زمین پر قدم رکھا تھا تو اس نے بڑی بے دردی سے اپنی محبت کا گلا گھونٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سلا دیا تھا' عرفان کے جذبات سے وہ قطعی بے خبر تھی' اسی صورتحال سے وہ ڈرتی آئی تھی' بھلا اس گھر کے سوا کیا اس کا آسرا تھا۔ تائی جیسی بھی تھیں تایا کا مہربان سایہ تو اس کے سر پر موجود تھا نہ۔

''مام پلیز آپ فاطمہ سے بات نہ کریں وہ سراسر بے قصور ہے' آپ کو جو کہنا ہے مجھے کہیں۔'' فاطمہ کے بچاؤ کو عرفان لپک کے ماں کی جانب بڑھا تھا۔

''اچھا تو اب تم اتنے بڑھ گئے ہو اپنی محبت میں کہ میں اسے کچھ کہوں گی تو وہ بھی برداشت نہ کرو گے یہ میرے بیٹے کو میرے خلاف کرکے بھلا خود کیسے سکون سے رہ سکتی ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی' تم بھی کان کھول کرسن لو اور اب مجھے چن لو یا اسے۔'' اس وقت وہ فیصلہ کن لہجے میں اس سے مخاطب تھیں' فاطمہ کی مسلسل رونے کی آواز اسے ڈسٹرب کررہی تھی اور اس پر ماں کا رویہ' اس کو فیصلہ کرنے میں لمحہ لگا تھا۔

''ٹھیک ہے مام آپ کو شوق ہے بلاوجہ کی ضد کرنے کا تو کریں میں بھی آپ ہی کا بیٹا ہوں' میں نے ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے' فاطمہ کے ساتھ کی گئی آپ کی زیادتیوں کو بھی نظر انداز کیا ہے مگر آپ آج اتنی ہی تلخ ہوگئی ہیں کہ اپنی ہی اولاد کی واحد خوشی کو اس سے چھین رہی ہیں تو ٹھیک ہے میں اس گھر سے آج اور ابھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جارہا ہوں' آپ کو جو کرنا ہے وہ کریں۔'' اٹل لہجے میں ان کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر کہتا وہ انہیں حیران کر گیا تھا' اس کی جرأت پر لمحہ بھر کو تو وہ ساکت رہ گئی تھیں پھر اسے روکنے کے لیے اس کی جانب بڑھی تھیں مگر وہ ان کی ہر بات کو ان سنی کرتا ہوا اپنا سامان سمیٹ کر فاطمہ کو بابا کا خیال کرنے کی تاکید کر کے بخاری پیلس کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ گیا تھا نہ اسے فاطمہ کے آنسو روک پائے تھے نہ عفت بیگم کی التجا۔ ارشد صاحب تو آفس میں تھے ورنہ حالات اس رخ پر نہ آتے۔ فاطمہ نے کوشش بھی کی تھی انہیں فون کر کے مطلع کرنے کی مگر عرفان نے اسے اپنی قسم دے کر خاموش کرا دیا تھا' اس کے جانے کے بعد تو گویا بخاری پیلس کے مکینوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

❁......❁......❁

گھر لوٹنے کے بعد جب فاطمہ نے ساری صورتحال سے ارشد صاحب کو آگاہ کیا تو وہ عفت بیگم پر بُری طرح برس پڑے تھے۔ اتنا کہ انہوں نے انہیں مخاطب کرنا ان کی طرف دیکھنا ہی چھوڑ دیا تھا' انہوں نے عرفان کے تمام دوستوں سے معلومات کر کے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر وہ بُری طرح ناکام ہوئے تھے' اپنا موبائل بھی وہ گھر پر ہی چھوڑ گیا تھا۔ بیٹے بڑھاپے میں باپ کا سہارا بنتے ہیں اور آج ان کا ہی بیٹا ان کا سہارا بننے کے بجائے اپنی ہی ماں کی وجہ سے انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ عفت تائی کا بھی سارا طنطنہ وغرور کہیں جا سویا تھا' نہ ٹھیک سے کھاتی تھیں نہ بات کرتی تھیں' ایک چپ سی لگ گئی تھی انہیں۔ ایسے میں فاطمہ ہی تھی جو نہ صرف گھر کو سنبھال رہی تھی بلکہ اپنے تایا تائی کا بھی دھیان رکھ رہی تھی۔

عفت تائی کے لیے از حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ایک بار بھی نہ ان کے بھائی بھابی نے فون کیا نہ ملنے آئے۔ انہیں یہی لگا کہ عرفان کے گھر چھوڑ کر چلے جانے کا سن کر وہ ان سے ناراض ہوں گے' آخر کو وہ ان کی بیٹی کے ساتھ منسوب تھا' اسی وجہ سے وہ اپنے بھائی بھابی سے سخت شرمندہ تھیں سو ان سے معافی مانگنے وہ ہمت کر کے خود ہی وہاں چلی آئی تھیں۔

''ماما یہ تو بہت غلط ہے آپ کو کم سے کم ایک بار تو پھپو سے مل لینا چاہیے۔ عرفان کے جانے کے بعد وہ کتنی اکیلی پڑ گئی ہوں گی۔'' فکرمندی یہ آواز بلاشبہ لائبہ کی تھی وہ نگہت بھابی کا جواب سننے کی لیے دروازے کی اوٹ میں ہی چھپ گئی تھیں' فی الحال اندر جانا انہوں نے مناسب نہ سمجھا۔

''ارے تو پڑنے دو اکیلی اسے' تمہیں اتنی فکر کیوں ہونے لگی اپنی پھپو کی' ویسے بھی میں صرف عرفان اور اس کی دولت کی وجہ سے اسے منہ لگاتی تھی ورنہ جو عورت اپنی اولاد کی نہ ہوسکی وہ ہماری کیا ہوگی اور اب تو ارشد بھائی کو بھی اس کے سارے کارناموں کا علم ہوگیا ہوگا اب اس سے بہانے بہانے سے پیسے نکلوانا بھی مشکل ہوگا اور اگر یہ سب تمہارے پاپا کو پتا چل گیا کہ میں نے ان کا نام لے لے کر ان کی بہن سے پیسے لیے ہیں تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے اس لیے اپنے سر پر سے اپنی پھپو کی محبت و ہمدردی کا یہ بھوت اتار و پھینکو۔''

عفت کے پیروں تلے سے زمین کھینچتی یہ آواز بلاشبہ ان کی عزیزی بھابی کی ہی تھی وہ بھابی جن پر وہ اندھا اعتماد کرتی تھیں جن کے مشوروں پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ انہوں نے ان کا مان بڑھایا تھا۔ انہیں لگا تھا کہ وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی ہیں۔ غلطی تو بہرحال ان کی ہی تھی جو وہ ان کا یہ روپ دیکھ نہ پائی تھیں بیٹے کی جدائی کے بعد رشتوں کی سے پردہ اٹھنا بھی باقی رہ گیا

تھا' انہیں لگا تھا کہ وہ اگر یہاں مزید رکیں تو صدمے سے مرجائیں گے اس لیے دبے پاؤں بے جان قدموں سے جتنی خاموشی سے معافی مانگنے آئی تھیں ویسے ہی واپس چلی آئی تھیں۔

گھر آ کر کمرہ بند کرکے وہ زاروقطار روئی تھیں اپنی کوتاہیوں پر نادم تھیں۔ اس ربّ دو جہاں کی بارگاہ میں گزرتے دنوں کے ساتھ وہ مزید چپ ہوتی چلی گئی تھیں۔ فاطمہ نے ان کا خیال رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر ان کی چپ نہ ٹوٹی تھی۔ فاطمہ نے لاکھ کوشش کی تھی عرفان کا پتا لگانے کی مگر اسے بھی ناکامی ہوئی تھی' اس نے اسے کئی ای میلز کی تھیں مگر جواب ندارد...... پھر یوں ہی ایک روز عرفان کی جدائی اور رشتوں کی بے اعتباری سہتے سہتے عفت کو فالج کا اٹیک ہوا اور ان کا نچلا دھڑ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ ارشد صاحب مزید ٹوٹ گئے تھے' فاطمہ نے صحیح معنوں میں بیٹی ہونے کا فرض ادا کیا تھا' عفت تائی پتھرائی آنکھوں سے اس کی مجرم بنی شرمندہ رہتی تھیں۔ انہوں نے کیا سمجھا تھا اسے اور کیا تھی وہ کاش کے وہ وقت واپس پلٹ سکتا مگر نہ یہ ان کے بس میں تھا نہ کسی کے' ان کے بھائی بھابی نے پلٹ کے خبر تک نہ لی تھی۔

❀......❀......❀

رم جھم برسے
نیناترسے
دید کو تیری
پل پل سوچیں
یاد تمہاری ایسے آئے
رات کی رانی بادل جیسے
ہم تو پیاسے
پیا ملن کے
عید بھی آئی
تم نہ آئے
دیکھو ساجن
چندا روئے
پیا ملن کو انکھیاں ترسے
رم جھم برسے
نیناترسے......!
''ہو سکے تو لوٹ آؤ''

نظم ٹائپ کرکے اس نے ای میل سینڈ کرکے کئی لمحوں تک لیپ ٹاپ کی اسکرین کو بغور دیکھا تھا' جیسے لمحوں میں ہی جواب مل جائے گا' نجانے کیسے اس نے اپنا حال دل اس خفا پتھر انسان پر عیاں کردیا تھا۔ آج چاند رات تھی ہمیشہ ہی اس گھر کے مکینوں کے لیے یہ رات بہت ہی خوشی و مسرت کا باعث ٹھہرتی تھی۔

ان چار مہینوں میں اس نے پل پل اسی کو سوچا اور چاہا تھا' اسی کا انتظار کیا تھا' کئی ای میلز کی تھیں اسے مگر ہمیشہ اس نے تایا یا تائی کے بارے میں ہی لکھا تھا' آج پہلی بار اس نے اپنے اور اپنے جذبات کا حوالہ دے کر اس دشمنِ جاں کو بلانے کی سعی کی تھی۔ اس گھر کی اداسی اس سے ناقابلِ برداشت تھی' خود اس کا اپنا دل بھی بے حد اداس اور ویران تھا' اسے یقین تھا کہ وہ لوٹ آئے گا اور اس کا یقین سچ ثابت ہوا تھا' اگلے چار گھنٹوں میں وہ اس گھر میں موجود تھا۔ روٹھا روٹھا' خفا خفا اپنے آپ سے بھی بے پروا' کئی لمحوں تک تو اسے عرفان کی موجودگی کا یقین ہی نہ ہوا تھا مگر یہ سچ تھا کوئی وہم نہ تھا ارشد صاحب نے اسے بے حد ڈانٹا تھا۔

''کیا تمہیں اپنے باپ پر اعتبار نہیں تھا عرفان جو تم اس طرح ہمیں اذیت میں ڈال کے چلے گئے۔

ارے ایک دفعہ تو کہا ہوتا مجھ سے جاؤ دیکھو جا کر اپنی ماں کی حالت کیا سے کیا ہوگئی ہے وہ۔'' وہ اسے گلے بھی لگا رہے تھے اور باتیں بھی سنا بھی رہے تھے جبکہ وہ شرمندہ نظریں چرائے کھڑا تھا پھر وہ خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر عفت بیگم کے سامنے لے آئے۔ بیڈ پر لیٹا دروازے کی جانب تکتا وہ وجود اس کی ماں کا تھا' اس ماں کا جس کا غرور وطنطنہ سب میں مشہور تھا۔ عفت بیگم کی پتھرائی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے' جب سے ان کو فالج کا اٹیک ہوا تھا' انہوں نے کسی سے ایک لفظ نہ کہا تھا۔ آج عرفان کو دیکھ کر ان کی ویران آنکھوں میں زندگی کی رمق نظر آئی تھی۔

''عرفان...... مجھے معاف......'' ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل انہوں نے یہ کہنے کی کوشش کی تھی' عرفان زار وقطار روتا ان سے لپٹ گیا تھا۔

''مام پلیز مجھے معاف کردیں' پلیز صحیح ہوجائیں میں اب کبھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا' کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ مام میں مجبور تھا نہ میں آپ کو ناراض کرسکتا تھا نہ فاطمہ کو چھوڑ سکتا تھا اس لیے میں چلا گیا تھا مگر ایک ایک پل آپ لوگوں کے لیے ترسا ہوں' اس عید کو آپ لوگوں سے دور رہ کر میں بھی نہیں منا سکتا تھا اس لیے واپس آ گیا پلیز مجھے معاف کردیں۔'' ماں سے لپٹا وہ روتا ہوا کوئی معصوم بچہ ہی لگ رہا تھا بعض دفعہ ماں باپ کے غلط فیصلے بھی بچوں کے لیے امتحان بن جاتے ہیں۔ وہ تو عفت پر اس کے بھائی بھابی کی اصلیت واضح ہوگئی ورنہ تو سب کی زندگیاں برباد ہوجاتیں۔

دونوں ماں بیٹے ایک دوسرے سے شرمندہ تھے' عفت نے ہاتھ بڑھا کے اس کے سر پر رکھا تھا پھر اشارے سے فاطمہ کو بلا کر اس کا ہاتھ عرفان کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ عید اب اس گھر میں بھی لگ رہی تھی' چاروں نفوس خوش تھے' فاطمہ اٹھ کے بالکونی کی جانب آ گئی تھی اس کے چہرے سے اب بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔

''کیا ہوا تم یہاں کیوں آ گئیں' میرے آنے سے خوش نہیں ہوئیں؟'' عرفان بھی اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

''کیوں خوش ہوں اتنی ای میلز کیں' ایک کا بھی جواب نہیں دیا' کہاں تھے تم کچھ اندازہ تھا کہ ہمارا کیا ہوگا؟'' وہ اب بھی اس سے خفا تھی۔

''یار معاف کردو' پلیز تم پہلے اظہار کردیتیں تو اسی وقت چلا آتا' میں یہیں اسلام آباد میں تھا۔ اپنے ایک دوست کے پاس' کبھی کبھی رشتوں کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت دینا ضروری ہوتا ہے' اب تو آ گیا ہوں نہ' معاف کردو۔'' اس کی ناک پکڑتا وہ اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

''وعدہ کرو اب کبھی بھی کہیں بھی نہیں جاؤ گے۔'' اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔

''وعدہ یونہی ساری زندگی تمہیں تنگ کرتا رہوں گا اور ویسے بھی یہ ہماری پہلی عید ہے اب تو بابا سے بات کرکے بس جلدی شادی کرنی ہوگی۔'' اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کے اس نے اپنا اقرار اسے سونپا تو وہ یک دم کھل کے مسکرائی تھی عقب کے کمرے سے نکلتے ارشد صاحب نے دونوں کی ہنسی سن کے اپنے بچوں کی دائمی خوشی کے لیے دعا کی اور ان کی خوشیوں میں چاند نگر کی چاندنی نے اجالا بکھیر دیا تھا۔